رجسٹرڈ انگلشیہ نمبر ( )

شرح چندہ
سالانہ .... للعہ
ششماہی .... ہے
سہ ماہی .... عہ

قیمت پرانا پرچہ (۴/)

فرخندہ بنیاد حیدرآباد دکن

ہفتہ وار
مملکت

ایڈیٹر
میر حسن الدین بی اے۔ ال ال بی (عثمانیہ)

رجسٹرڈ آصفیہ نمبر (۱۸۰)

شرح چندہ
سالانہ .... للعہ
ششماہی .... ہے
سہ ماہی .... عہ

قیمت فی پرچہ (۲/)

جلد (۳) | ۱۰ آذر ۱۳۵۳ ف | ۱۶ شوال ۱۳۶۲ھ | ۱۶ اکتوبر ۱۹۴۳ء شنبہ | نمبر (۲۷)

سماجی اور معاشی جمہوریت کے بغیر سیاسی جمہوریت ناکام رہتی ہے

ڈاکٹر امبیڈکر کی تقریر

"آل انڈیا ٹریڈ یونین ورکرس" کی انجمن میں تقریر کرتے ہوئے ڈاکٹر امبیڈکر نے پارلیمانی جمہوریت کے نقائص پر روشنی ڈالی ہے۔ ذیل میں اس تقریر کے چند اہم اقتباسات درج کئے جاتے ہیں۔

انسانی معاشرہ میں حکومت کی صورتوں میں اہم تغیرات ہوتے رہتے ہیں۔ ایک زمانہ میں حکومت نے مطلق العنانی کی صورت اختیار کر لی تھی۔ ایک طویل اور خون ریز کشمکش کے بعد مطلق العنانی کی جگہ ایک ایسے نظام حکومت کو حاصل ہو گئی جس کو پارلیمانی جمہوریت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ باور کیا جاتا تھا کہ اس طرز حکومت سے وہ عہد زریں پیدا ہوگا جہاں ہر انسان کو آزادی کا حق جائداد کا حق اور حصول مسرت کا حق حاصل ہو جائے گا۔ ایسی امیدیں پیدا ہونے کے چند وجوہ بھی تھے۔ پارلیمانی جمہوریت میں ایک مجلس مقننہ ہوتی ہے جہاں عوام کی رائے ظاہر کی جاتی ہے ایک مجلس عاملہ ہوتی ہے جو مقننہ کے تابع ہوتی ہے۔ مقننہ اور عاملہ کے اوپر عدلیہ ہے جو ان دونوں پر قابو رکھتا ہے۔ پارلیمانی جمہوریت میں حکومت عوام کی تمام علامتیں پائی جاتی ہیں یعنی عوام کی حکومت عوام کے ذریعہ اور عوام کے لئے۔ تاہم یہ ایک حیرت کی بات ہے کہ پارلیمانی جمہوریت کے خلاف علم بغاوت بلند ہوتا رہا ہے حالانکہ اس کو وجود میں آئے ہوئے ابھی ایک صدی بھی نہیں گزری۔ اٹلی میں، جرمنی میں، روس میں اور ہسپانیہ میں اس کے خلاف بغاوت ہوئی اور بہت کم ملک ایسے ہیں جہاں پارلیمانی جمہوریت کے خلاف بے چینی پیدا ہوئی ہو۔ سوال یہ ہے کہ اس کے خلاف یہ بے چینی اور اضطراب کیوں پیدا ہوا؟ ہندوستان سے زیادہ کوئی اور ملک ایسا نہیں ہے جہاں پارلیمانی جمہوریت کے مسئلہ پر غور کرنے کی ضرورت ہو۔ اس امر کی شدید ضرورت ہے کہ کوئی شخص کافی جرأت کے ساتھ ہندوستانیوں سے کہہ دے کہ "پارلیمانی جمہوریت سے ہوشیار رہو۔ یہ ایسی اچھی چیز نہیں ہے جیسا کہ وہ نظر آتی ہے"

پارلیمانی جمہوریت کیوں ناکام رہی؟ جہاں آمرین کی حکومت ہے وہاں یہ اس لئے ناکام رہی کہ اس کی مشین بہت سست رفتار ہے۔ یہ سرعت عمل میں تاخیر کا باعث ہوتی ہے۔ پارلیمانی جمہوریت میں مجلس مقننہ کسی قانون کو منظور کرنے سے انکار کر کے عاملہ کو کام کرنے سے روک سکتی ہے یا عدلیہ کسی قانون کو خلاف اصول قرار دے کر عاملہ کے کام میں مزاحمت پیدا کر سکتی ہے۔ پارلیمانی جمہوریت میں کسی آمر کو آزادئ عمل حاصل نہیں ہو سکتی۔ اسی لئے اٹلی، جرمنی اور ہسپانیہ نے اس کو مسترد کر دیا۔ نہ صرف آمرین پارلیمانی جمہوریت کے مخالف ہیں بلکہ ایسے ملک جو آمریت کو پسند نہیں کرتے اس کے خلاف ہیں۔ پارلیمانی جمہوریت تین سمتوں میں ترقی کر چکی ہے۔ اس نے سیاسی حقوق کی مساوات کے تصور کو پھیلایا ہے۔ بہت کم ملک جو پارلیمانی جمہوریت رکھتے ہیں ایسے ہیں گے جہاں حق رائے دہی عوام نہ ہو۔ اس نے اس اصول کو تسلیم کر لیا ہے کہ سماجی اور معاشی لحاظ سے سب کے لئے مساوی ہوں۔ تیسرے یہ کہ اس نے اس بات کو بھی تسلیم کر لیا ہے کہ ایسے تجارتی ادارے جو خلاف سماج مقصد رکھتے ہوں مملکت پر تسلط حاصل نہیں کر سکتے۔ ان تمام امور کے باوجود جمہوری ممالک میں بھی پارلیمانی جمہوریت کے خلاف شدید بے چینی پائی جاتی ہے۔ جمہوری ممالک میں ایسی بے چینی کی وجہ وہ نہیں ہو سکتی جو آمرین بیان کرتے ہیں۔ تفصیلات میں گئے بغیر یہ کہا جا سکتا ہے کہ پارلیمانی جمہوریت کے خلاف اضطراب اس احساس پر مبنی ہے کہ وہ عوام کو آزادی کا، جائداد اور حصول مسرت کا حق دلانے میں ناکام رہی۔ اگر یہ صحیح ہے تو ان اسباب سے واقف ہونا اہمیت سے خالی نہیں جو اس کی ناکامی کا باعث ہوئے ہیں۔ اس ناکامی کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ یا تو نصب العین غلط ہے یا تنظیم غلط ہے یا دونوں۔ میرے خیال میں دونوں وجوہ ہیں۔ نصب العین کی غلطی کو میں صرف دو مثالوں سے واضح کروں گا۔ پارلیمانی جمہوریت کو جس چیز سے نقصان پہونچا وہ معاہدہ کرنے کی آزادی کا تصور ہے۔ اس تصور کو آزادی کے نام پر قوی اور مقدس بنا دیا گیا۔ پارلیمانی جمہوریت نے معاشی عدم مساوات پر کوئی توجہ نہیں کی۔ اس نے اس امر کی تحقیق نہیں کی کہ معاہدہ کرنے کی آزادی کا فریقین معاہدہ پر جبکہ ان کی حیثیت غیر مساوی ہو کیا اثر پڑے گا۔ اس نے اس امر کی پرواہ نہیں کی کہ آزادی معاہدہ سے جو فریق قوی ہو اس کو یہ موقع ملتا ہے کہ کمزور فریق کو دھوکہ دے۔ نتیجہ یہ ہے کہ پارلیمانی جمہوریت آزادی کے نام سے غریب اور نادار افراد کے معاشی مصائب میں اضافہ کرتی رہی۔ نصب العین کی دوسری غلطی یہ ہے کہ پارلیمانی جمہوریت نے یہ محسوس نہیں کیا کہ جہاں سماجی اور معاشی جمہوریت نہ ہو وہاں سیاسی جمہوریت کامیاب نہیں ہو سکتی۔ بعض لوگ اس خیال پر اعتراض کریں گے۔ ایسے لوگوں سے میں ایک دوسرا سوال کرنا چاہتا ہوں۔ پارلیمانی جمہوریت اٹلی، جرمنی اور روس میں اس قدر کیوں ختم ہو گئی؟ اور انگلستان اور امریکہ میں اس قدر آسانی

بقیہ سلسلہ صفحہ (۹)

مملکت ہفتہ وار

جلد ۳ | ۱۰ آذر ۱۳۵۳ ف | نمبر ۲۷

ذمہ دارانہ حکومت اس سے زیادہ کیا کرتی؟

انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ سال نو کے موازنہ پر تبصرہ کرنے سے قبل آنریبل مسٹر غلام محمد صدر المہام فینانس کو امور ذیل کے لئے مبارکباد دی جائے:-

(۱) اولاً یہ کہ جملہ محاصل کا (۱۵ر۳۵) فی صد حصہ قومی تعمیر کے سررشتوں کے لئے مختص کر دیا گیا ہے۔

(۲) تمباکو اور منشیات جیسی مضرت اشیا پر محصول عائد کر کے یا موجودہ محصول میں اضافہ کر کے ان اشیاء کے استعمال کو گھٹانے کی سعی کی گئی۔

(۳) کیفیت موازنہ میں خشک اعداد و شمار کی سطح سے بلند ہو کر آنریبل رکن فینانس نے حیدرآباد کے معاشی مسائل اور مشکلات سے بھی بحث فرمائی ہے جو ایک مستحسن طریقہ کار ہے۔

(۴) تین اہم اغراض کے لئے مدات محفوظ قائم کئے گئے ——— ایک ترقی، بعد جنگ کے لئے دوسرے مسکنات کی قیمتوں کے تحفظ کے لئے اور تیسرے موازنہ میں استحکام قائم رکھنے کے لئے۔

(۵) سال رواں کے موازنہ میں زیادہ غلہ اگاؤ کی مہم، صحت عامہ، تعلیمات اور زرعی مویشی کی دیکھ بھال جیسے مسائل کو وہ اہمیت دی گئی جس کے وہ مستحق تھے۔

مندرجہ بالا امور زیر بحث موازنہ کے وہ اہم نقطہ خاص ہیں جن کا ہر شخص معترف ہے اور جن کے متعلق دو رائے رکھنا ممکن نہیں۔

اب ہم بعض ایسے مسائل پر بحث کرنا چاہتے ہیں جن کا لحاظ ممکن ہے آئندہ سال کے موازنہ کی ترتیب کے وقت رکھا جا سکے۔

محصول اندازی کا اصول یہ ہونا چاہئے کہ اس کا اثر متمول اور زردار طبقوں پر پڑے۔ تمباکو اور سیاکائی گھی پر جو محصول عائد کیا گیا ہے وہ مشکل سے اس اصول کے تحت آتا ہے۔ آنریبل صدر المہام بہادر فینانس نے پریس کانفرنس میں اس محصول کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ "اگر حیدرآباد یہ ٹیکس عائد نہ کرتا تو حکومت ہند اس کو عائد کر کے استفادہ کرتی"۔ اس تنقیح میں حیدرآباد کی انفرادیت اور شخصی حیثیت کا سوال مضمر ہے۔ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ یہ تنقیح صدر المہامی بہادر فینانس کے دائرہ فکر و عمل سے ہٹی ہوئی ہے لیکن ہم بعض امور دستوری کو اس تنقیح کے مضرات کی جانب متوجہ کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ تنقیح یہ ہے کہ کیا ۱۹۰۳ء کے تجارتی معاہدہ کے تحت حکومت ہند کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اس مال پر محصول عائد کرے جو حیدرآباد سے برطانوی ہند میں برآمد کیا جاتا ہے۔ ہمارا خیال یہ ہے کہ حکومت ہند کو ایسا اختیار نہیں ہے۔ یہ مسئلہ دستوری اور معاہداتی نوعیت کا ہے جس کی جانب ہز نواب علی یاور جنگ بہادر کو پھر ایک بار توجہ کرنی چاہئے۔

ایک دوسرا اہم نکتہ جس کی جانب ہم حکومت سرکار عالی کو متوجہ کرنا چاہتے ہیں وہ اہل ملک کا یہ یقین ہے کہ جنگی اور فوجی مصارف کے تعین سے قبل حکومت نے ملک کی مالی ضروریات اور اہل ملک کی معاشی مشکلات کا پوری طرح جائزہ لے لیا ہوگا۔ ہمیں توقع ہے کہ اہل ملک کا یہ یقین محض حسن ظن نہیں ہے۔

آلات زرعی کے لئے لوہے اور فولاد کی کمی اور رعایا کو اپنی بچت محفوظ کرنے کے لئے چاندی جیسی دھات کا فقدان ایسے اہم مسائل ہیں جن کی جانب اگر موازنہ میں توجہ کی جاتی تو ایک قابل اعتراض بات ہوتی۔ یہ امر موجب طمانیت ہے کہ حکومت سرکار عالی کو ان ضروریات کی شدت کا احساس ہے۔ اگر چاندی کافی مقدار میں درآمد کر دی جائے تو یہ امید بندھتی ہے کہ اجناس خوردنی اور دیگر اشیائے ما یحتاج کے وہ ذخائر جو اس وقت کاشتکاروں اور تاجروں کے لئے سرمایہ بنے ہوئے ہیں فروخت کے لئے بازار میں نکل آئیں گے۔ حکومت ہند قرضہ اور بٹہ کے قانون کے تحت امریکہ سے چاندی حاصل کر رہی ہے جیسا کہ موازنہ میں بیان کیا گیا ہے۔ چاندی کا سکہ استعمال کرنے میں حکومت ہند کے بعد شاید حیدرآباد کا نمبر سب سے بڑا ہوا ہے۔ اس لئے حیدرآباد اس کا مستحق ہے کہ درآمد کردہ چاندی کا مناسب حصہ اس کے حدود میں بھی گشت کرایا جائے۔

یہی حال لوہے اور فولاد کا ہے۔ ان دھاتوں کی کمیابی کی وجہ سے زراعت متاثر ہو رہی ہے اور مویشی کی قلت کی وجہ سے بھی زیادہ غلہ اگاؤ کی مہم کامیابی سے ہنوز محروم ہے۔ حکومت سرکار عالی نے لوہے اور فولاد کا مطالبہ کر کے اور افسر مویشی کا تقرر کر کے ان دو بنیادی مسائل کو حل کرنے کے لئے صحیح قدم اٹھایا ہے۔

حضرت اعلیحضرت آصفجاہ سابع کے دور حکمرانی کے بابرکت ہونے کا اس سے زیادہ نمایاں ثبوت اور کیا ہو سکتا ہے کہ بندگان اقدس کے (۳۲) سالہ دور حکومت میں قومی تعمیر کے محکموں پر (۱۸) فیصد کے بجائے (۳۵) فیصد صرف ہونے لگا ہے۔ یہ اضافہ تقریباً سو فیصد ہے جو میسور، تراونکور اور بروڈہ جیسی ترقی پسند ریاستوں کی شرح سے کسی طرح کم نہیں۔

غذائی صورت حال سے متعلق موازنہ میں جو کچھ کہا گیا ہے وہ کافی امید افزا نہیں ہے۔ اگر آنریبل مسٹر غلام محمد ذخیرہ بندی کو روکنے، اجناس خوردنی کے مخفی ذخائر کو برآمد کرنے، قیمتوں پر نگرانی قائم کرنے اور ضروریات زندگی کی درآمد سے متعلق ایک معین پالیسی کے تحت کسی جدید صرفہ کی تجویز پیش فرماتے تو اہل ملک بہ خوشی اس کا خیر مقدم کرتے۔

آنریبل مسٹر غلام محمد نے بجا ارشاد فرمایا کہ:-

"حیدرآباد میں ادائی ٹیکس کی
استطاعت جسے ابھی چھوا نہیں گیا ہے
اس قدر کافی موجود ہے کہ ملک کی ترقی
اور نشو و نما کی خاطر ایسے بار کو بہ آسانی
برداشت کیا جا سکتا ہے"۔

ہم نے بارہا اس خیال کی اشاعت کی ہے اور سچ پوچھو تو یہ اہل ملک کا مطالبہ ہے لیکن سرمایہ داروں کے اثرات نے بعض ارباب نظم و نسق کو کچھ اس طرح مسخر کر رکھا ہے کہ عوام کا یہ مطالبہ اور حکومت کے نیک عزائم سرسبز ہوتے نظر نہیں آ رہے ہیں۔ ممکن ہے کہ خان بہادر مظفر علی جو محکمہ احتساب کے افسر اعلیٰ بن کر آئے ہیں اس گتھی کو سلجھا سکیں لیکن پھر بھی اہل ملک مایوس نہیں ہیں۔ وہ اپنے مطالبہ کو شدید سے شدید تر بناتے جائیں گے تاآنکہ حکومت ان طبقوں پر محاصل کا بار عائد کرنا شروع کر دے جن میں برداشت کی قوت ہے اور دولت کو غریبوں، مفلسوں اور ناداروں تک پہونچا سکے تاکہ حکومت کا وہ نیک مقصد جس کا ذکر سطور ذیل میں کیا گیا ہے پورا ہو سکے:

"قحط زدوں کا پیٹ بھرنا، ننگوں کا
جسم ڈھکنا اور بے پایاں مفلسانہ بے
سرو سامانی کی تعمیر جدید"۔

حکومت سرکار عالی نے روپیہ آنے پائی کی سطح سے بلند ہو کر اپنی مالیاتی پالیسی کو اس اصول پر مبنی رکھا ہے کہ مصارف میں رعایا کا کتنا فائدہ مضمر ہے۔ یہ ایک ایسا زریں اصول ہے جس کو حیدرآباد جیسی رعایا پرور

حکمت ہی قبول کرسکتی تھی ۔ اس نقطۂ نظر کو آنریبل صدر المہام بہادر فینانس نے الفاظ ذیل میں واضح فرمایا ہے۔

"ہم قومی تعمیری کاموں میں صرف ایسی ہی سکیموں ہی تک محدود ہونا نہیں چاہتے جن کا فوری معاوضہ یا بدلہ ہمارے سامنے ہو اور روپیہ آنے اور پائی پر اکتفا کرلی جائے ۔ دوسرے الفاظ میں ہمیں ایسی اسکیموں کے سماجی اور اخلاقی پہلو کو بھی پیش نظر رکھنا چاہئے جو ملک کے مفاد کے لئے بہتر ثابت ہوں۔ یہی وہ نقطۂ نظر ہے جس نے دقیانوسی ڈگر بدل ڈالی اور ایک جدید لائحہ عمل پیش کرنے کی صورت پیدا کردی ۔ مالیاتی پالیسی جوں جوں استحکام پذیر ہوی طرح وہ نہ صرف ملک کے صرف مادی ہی نہیں بلکہ سماجی اور اخلاقی ترقی کی موجب بنے نہ کہ کسی فوری منافع تک محدود ہوجائے اور بالآخر ہم سماجی اور اخلاقی ترقی کی منازل بھی طے کرلیں"۔

حضرت ظل سبحانی کا اس موازنہ کو بخوشی منظوری بخشنا اور صدر المہام بہادر فینانس کی خدمات کو قابل قدر قرار دینا درحقیقت اس امر کے مترادف ہے کہ حضور پر نور نے مالیاتی پالیسی کی شاہانہ توثیق فرمائی ہے۔ مغربی جمہوریت کی تیز ہواؤں نے ہمارے دماغوں میں یہ بات مرتسم کردی تھی کہ عوامی طرز حکومت ہی ساری خوبیوں اور اچھائیوں کا سرچشمہ بن سکتی ہے لیکن مشرق کی قدیم روایات کی یہ امتیازی خصوصیت رہی ہے کہ یہاں شخصی حکومت بھی اسی درجہ آلۂ خیر و برکت ہوا کرتی رہی جس کی توقع عوامی اداروں سے کی جاتی ہے ۔ حیدرآباد کے حالیہ موازنہ کا غائر مطالعہ ہر منصف مزاج پر اس حقیقت کو واضح کردے گا کہ جن جذبات خیرسگالی اور ترقی پذیر اور رعایا نواز حکمت عملی کی توثیق حضرت بندگان اقدس نے فرمائی ہے وہ ان حکومتوں کا نصب العین رہی ہے جنہیں سیاسی اصطلاح میں ذمہ دارانہ طرز حکومت کہا جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ حیثیت حکومت فی نفسہ مقصود اصلی نہیں ہوتی مقصود اصلی تو رعایا کی فلاح و بہبود ہے خواہ وہ فلاح و بہبود سو ہاتھوں کے اٹھنے کا نتیجہ ہو یا ایک قلم کی جنبش کا اثر۔ حضرت آصف جاہ سابع کے فرامین مبارک خود ہی تو خیر و برکات کا ذریعہ بن سکتے ہیں۔

موازنہ بہ یک نظر

	آمدنی	خرچ	بچت یا خسارہ
مرمہ اندازہ ۱۳۵۲ف	۱۱۰۱۱۴	۱۰۳۳۱۹۰	+ ۶۶۰۵۴
مرمہ اندازہ ۱۳۵۳ف	۱۳۰۴۰۹	۱۲۹۴۳۱	+ ۸۱۶۸

نئے موازنہ میں آمدنی کے اہم ابواب حسب ذیل ہیں

	کروڑ	لاکھ
۱۔ مالگزاری	۳ کروڑ	۲۵ لاکھ
۲۔ ریلوے	۲	۷۱
۳۔ آبکاری	۲	۴۵
۴۔ کروڑگیری	۱	۲۵
۵۔ محصول زائد منافع		۵۰
۶۔ تمباکو اور سگریٹ کا محصول		۳۶
۷۔ اسٹامپ کاغذی		۴۲
۸۔ سود		۲۰
۹۔ جنگلات		۳۵
۱۰۔ برار کی آمدنی		۲۹

خرچ کے اہم ابواب حسب ذیل ہیں

	کروڑ	لاکھ
۱۔ جنگی اور فوجی مصارف	۳ کروڑ	۱۰ لاکھ
۲۔ تعلیمات	۱	۳۰
۳۔ عمارات وشوارع		۸۶
۴۔ طبی امداد		۵۵
۵۔ غریب تر طبقوں کے لئے غلہ		۵۱
۶۔ بلدیات وصحت عامہ		۲۶
۷۔ آب پاشی		۳۶
۸۔ محفوظ برائے قحط		۱۵
۹۔ زراعت		۱۰
۱۰۔ علاج حیوانات		۶

جلسہ سال نو کی قرارداد عقیدت پر

ارشاد شاہانہ

جشن سال نو فصلی کے موقع پر باشندگان حیدرآباد و سکندرآباد کے جلسہ عام کی روداد جو صدر جلسہ (آنریبل غلام محمد صاحب سی آئی ای) صدر المہام فینانس نے عالیجناب نواب صدر اعظم بہادر کے معروضہ کے ذریعہ بارگاہ خسروی میں گزرانی تھی اس کو ملاحظہ فرمانے کے بعد یہ ارشاد مبارک شرف صدور لایا ہے۔

"اس کو میں قدر کی نظر سے دیکھتا ہوں لہذا یہ پیام بتوسط صدر جلسہ بانیان جلسہ تک پہنچا دیا جائے"۔

(معلومات)

حکومت ہند کی غذائی پالیسی

"انڈی پنڈنٹ انڈیا" کا تبصرہ

غذائی اجناس کی پالیسی کی کمیٹی کی رپورٹ سے جو حکومت ہند نے مقرر کی تھی یہ ظاہر ہوتا ہے کہ غذائی بحران کے مدنظر حکومت اپنی پالیسی بالکل بدل دے گی۔ گزشتہ تین اشاعتوں سے مسئلہ اغذیہ کو حل کرنے کے لئے ہم نے متعدد تجاویز پیش کیں ہمنے بتایا تھا کہ اجناس خوردنی کی قلت کی وجہ رسد میں غیر معمولی کمی یا طلب میں اچانک اضافہ نہیں ہے اجناس خوردنی کی رسد اور طلب تقریباً وہی رہی جو جنگ سے قبل تھی۔ بازار میں اجناس کی قلت بیشتر طور پر مصنوعی ہے۔ اس کی وجہ بڑے بڑے تاجروں کی بڑے پیمانہ پر ذخیرہ بندی اور نفع اندوزی ہے۔ ہم نے یہ بھی بتایا تھا کہ چور بازار کو ختم کئے بغیر یا ذخائر کو برآمد کئے بغیر محض قیمتوں پر نگرانی بٹھانے کے مفید ہونے کے مضر ثابت ہوگی۔ وہ اشیاء جن پر برائے نام نگرانی قائم تھی وہ بازار سے غائب ہوکر چور بازار میں نمودار ہوگئیں۔ اس کے برعکس یہ توقع رکھنا کہ قیمتوں پر سے نگرانی ہٹا لینا اشیاء کو بازار میں لانے کا باعث ہوگا غلط ثابت ہوا۔ اس امید میں کہ غیر محدود منافع کمایا جاسکتا ہے تاجر محدود مقدار میں بازار میں مال لاتے رہے اور من مانی قیمتیں وصول کرتے رہے۔ یہ توقع رکھنا خلاف عقل ہے کہ تجارت جن کا پیشہ ہی زیادہ سے زیادہ منافع کمانا ہے جنگ سے پیدا شدہ صورت حال سے فائدہ نہیں اٹھائیں گے۔ اس لئے ہمنے حکومت پر زور دیا تھا کہ دوران جنگ میں آزادی تجارت جس کے معنے غیر محدود نفع اندوزی ہے ساعی جنگ کے خلاف پڑے گی۔ ہم نے یہ مشورہ دیا تھا کہ صارفین کی انجمن ہائے امداد باہمی قائم کی جائیں اور ان کو تقسیم اجناس کا ذریعہ بنایا جائے۔ اجناس خوردنی حاصل کرنے کے لئے کاشتکاروں کی انجمن ہائے امداد باہمی قائم کی جاسکتی تھیں۔ اور تاجروں کے پاس سے ذخائر برآمد کرنے کے لئے عوام کی کمیٹیاں قائم کی جاسکتی تھیں۔ ذخائر اجناس ضبط کرکے نگرانی نرخ اشیاء کے قواعد کی خلاف ورزی کرنے والوں کو سخت سزا دی جانی چاہئے تھی۔ حکومت کی پالیسی میں تاجر پیشہ طبقہ کے ساتھ نرمی برتی گئی۔ اس کے نتیجے کے طور پر عوام پر جو مصیبتیں نازل ہوئیں اُن سے لیڈروں نے جو تاجروں سے سیاسی ساز باز رکھتے ہیں فائدہ اٹھایا اور درمیانی افراد (تجار) کو ہر الزام سے بری کرنے کی کوشش کی اور پبلک کی بے چینی کا رخ حکومت کے خلاف پھیر دیا۔

پالیسی میں تبدیلی

ہماری اکثر سفارشوں کو غذائی اجناس کی پالیسی کی کمیٹی نے اپنی رپورٹ میں شامل کرلیا ہے۔ اس رپورٹ میں اجناس خوردنی کی آزاد تجارت کے اصول کو بالکلیہ مسترد کردیا گیا ہے۔ اس میں تسلیم کیا گیا ہے کہ نگرانی نرخ اشیاء برخاست کردینے سے قیمتوں کی سطح بے انتہا بڑھ گئی۔ اور قیمتوں کے بڑھنے کا لازمی نتیجہ یہ نہیں ہوتا کہ اشیاء بازار میں آجائیں کیونکہ ذخیرہ اندوزوں کو یہ توقع ہوتی ہے کہ اور زیادہ قیمتیں بڑھیں گی۔ چنانچہ کمیٹی نے سفارش کی ہے کہ ایک طرف نگرانی نرخ اشیاء کی پالیسی پر سختی سے کام کرنا چاہئے اور ذخائر کی اطلاع دہی کی نسبت سخت قواعد نافذ کرنے چاہئیں۔ اور دوسری طرف کمیٹی نے تقسیم کے دوسرے ذرائع تسلیم کرتے ہوئے یہ سفارش کی ہے کہ "تاجرین کی انجمنوں اور صارفین کی انجمن ہائے امداد باہمی کے ذریعہ تقسیم کے طریقہ کی حوصلہ فرسائی نہ ہونی چاہئے بلکہ آخرالذکر صورت کی حوصلہ افزائی کی جانی چاہئے"۔

مرکزیت

ہمیں توقع ہے کہ یہ رپورٹ حکومت ہند کی دوسری اسکیموں اور تجاویز کی طرح صرف کاغذ تک محدود نہیں رہے گی۔ حکومت ہند کی تجاویز کو روبہ عمل لانے میں سب سے بڑی دشواری جو پیدا ہوتی ہے یہ ہے کہ صوبوں کو تعبیر اور تعمیل کی آزادی دیدی جاتی ہے۔ یہ ایک امید افزا علامت ہے کہ اس رپورٹ میں دشواری کو تسلیم کیا گیا ہے اور یہ کہا گیا ہے کہ قیمتوں کے اتار چڑھاؤ، رسدات کی تقسیم، مرکزی محفوظات اجناس کا انتظام اور غذائی نظم و نسق کی دوسری تفصیلات کی نسبت مرکزی حکومت کو آخری فیصلہ کا اختیار ہونا چاہئے۔ صدر نشین کمیٹی مسٹر گریگوری نے اس رپورٹ کو شائع کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ "اس رپورٹ میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو فوراً روبہ عمل نہ لائی جاسکتی ہو"۔ اس سے یہ امید بندھتی ہے کہ بالآخر حکومت ہند نے صورت حال سے نبٹنے اور ان غلطیوں کو ختم کرنے کا تہیہ کرلیا ہے جو گزشتہ دو سال سے اس کی پالیسی کی خصوصیت رہی ہیں۔

درآمد اجناس

ضمنی طور پر اس رپورٹ میں یہ سفارش کی گئی ہے کہ اس سال پندرہ لاکھ ٹن اجناس خوردنی کی درآمد ہونی چاہئے اور بعد کے سالوں میں دس لاکھ ٹن سالانہ کی درآمد کافی ہوگی کیونکہ گزشتہ پانچ سال کے دوران میں اوسط درآمد کی مقدار دس لاکھ ٹن رہی ہے۔ اس واقعہ پر ایک سیاسی طبقہ نے یہ رنگ چڑھایا کہ اجناس کی قلت کی وجہ ذخیرہ بندی اور نفع اندوزی نہیں ہے۔ ہم نے بارہا بتلایا ہے کہ بہت تھوڑے کاشتکاروں نے جن کے قبضہ میں اراضی کے بڑے بڑے رقبے ہیں اجناس کی ذخیرہ بندی کی ہے۔ ہم نے بارہا اس امر پر بھی زور دیا ہے کہ کاشتکاروں کو ضروریات زندگی مناسب قیمتوں پر ملنی چاہئیں۔ غذائی اجناس کی پالیسی کی کمیٹی نے یہ سفارش کی ہے کہ کاشتکاروں کو ان کی ضروریات کا فراہم کیا جانا ضروری ہے اور سامان جنگ کی فراہمی کے بعد ان اشیاء کو دوسرے درجہ پر اہمیت دینی چاہئے۔

غذائی صورت حال سے نبٹنے کی کوئی اسکیم کامیاب نہیں ہوسکتی اگر اجناس خوردنی کاشتکاروں کے ہاتھ سے نکل کر بددیانت درمیانی اشخاص کے ہاتھ میں چلے جائیں۔ ذخائر اجناس پر درمیانی اشخاص کا قبضہ ہوجانے کے بعد قیمتوں پر نگرانی رکھنے کی کوشش ناکام رہتی ہے۔ اس کا علاج یہ ہے کہ کاشتکاروں کی انجمن ہائے فروخت قائم کی جائیں جن سے حکومت اجناس خرید سکے۔ عام طور پر کاشتکار درمیانی اشخاص کے مقروض ہوتے ہیں اس لئے وہ مجبور ہوجاتے ہیں کہ درمیانی اشخاص کی مقرر کردہ قیمتوں پر اجناس فروخت کردیں اس لئے کاشتکاروں کو ساہوکاروں کے پنجہ سے نجات دلانا بھی ضروری ہے۔

اٹلی نے جرمنی پر اعلان جنگ کردیا

لندن ۔ ۱۳ ۔ اکتوبر ۔ اٹلی نے ابھی ابھی جرمنی کے خلاف اعلان جنگ کردیا۔ مارشل بیڈوگلیو نے آج ایک اعلان نشر کیا ہے جس میں اطالوی عوام کو اس سے مطلع کیا گیا ہے۔ الجزائر کی اتحادی نشرگاہ نے مارشل کے اعلان کو انگریزی، اطالوی، فرانسیسی اور جرمن زبانوں میں نشر کیا۔

مارشل بیڈوگلیو کے اعلان میں اٹلی میں جرمنوں کے مظالم کا مفصل حال بیان کیا گیا ہے۔ بیڈوگلیو نے اس وعدہ کو ایک مرتبہ پھر دوہرایا کہ جنگ کے بعد اطالوی عوام کو اپنی پسند کی حکومت قائم کرنے کی آزادی ہوگی۔ سردست ایک عارضی جمہوری حکومت قائم کردی جائے گی جس میں شرکت کرنے کے لئے اٹلی کی ہر جماعت کو دعوت دی جائے گی۔

بیڈوگلیو نے اطالویوں سے خطاب کرکے کہا کہ ملک میں اس وقت تک امن نہیں قائم ہوسکے گا جب تک کہ جرمنی کا ایک آدمی بھی اس سرزمین پر باقی رہے گا۔ ہمیں اپنے امریکہ، برطانیہ، روس اور دوسری اتحادی اقوام کے دوستوں کے کندھے سے کندھا جوڑ کر آگے بڑھنا چاہئے۔

میڈرڈ کے اطالوی سفیر کو ہدایت کی گئی ہے کہ وہ جرمنی کو اٹلی کے اعلان جنگ سے مطلع کرے۔

(رائٹر)

محصول زائد منافع سے بچنے کی کس طرح کوشش کی جاتی ہیں

ایک واقف کار کے قلم سے

برطانوی ہند میں جہاں انکم ٹیکس اور محصول زائد منافع نافذ ہے تاجر اور ساہوکار ان محاصل کی ادائی سے بچنے کے لئے مختلف طریقے اختیار کرتے ہیں۔ اپنی آمدنی کو چھپانے کی تاجروں کی جانب سے عجیب و غریب ترکیبیں اختیار کی جاتی ہیں لیکن بیشتر صورتوں میں محکمہ انکم ٹیکس اخفائے آمدنی کے ان طریقوں کی گرفت کرتا ہے اور خاطیوں کو سخت سزائیں دی جاتی ہیں۔

ایک عام طریقہ جس کے ذریعہ تاجر اپنے منافع کی مقدار کو چھپانے کی کوشش کرتا ہے یہ ہے کہ ختم سال پر اپنے سامان تجارت (اسٹاک) کی مالیت گھٹا کر بتاتا ہے۔ منافع کا صحیح تعین اسٹاک کی صحیح مالیت معلوم کرنے پر منحصر ہوتا ہے۔ چلر فروشوں کی صورت میں جن کے پاس اسٹاک کا حساب نہیں ہوتا وہ اپنے اسٹاک کی مقدار کو گھٹا کر بتاتے ہیں اور اس طرح اپنے اصلی منافع کو چھپاتے ہیں۔

اخفائے منافع کا ایک دوسرا طریقہ یہ ہے کہ روزمرہ فروخت کے حسابات کا صحیح طور پر اندراج نہیں ہوتا۔ جتنا مال روزآنہ فروخت ہوتا ہے اس کی مقدار گھٹا کر درج کی جاتی ہے۔ فروخت کے وہ مدات جو چھپائے جاتے ہیں ان کو مالک کے یا اس کے بیٹے کے یا بھائی کے شخصی حساب میں درج کیا جاتا ہے اور یہ بتلایا جاتا ہے کہ کاروبار چلانے کے لئے ان افراد نے ان مدات کے ذریعہ رقم مہیا کی ہے۔ یہ طریقہ بہت عام ہے اور اس چالوں کی گرفت بھی ذرا مشکل ہے۔

آمدنی کو چھپانے کا ایک اور طریقہ یہ ہے کہ فرضی اشخاص کے نام کھاتے کھولے جاتے ہیں۔ ایک دلچسپ مثال سے اس کی وضاحت ہو جائے گی۔ ایک بڑے تاجر نے جوارلال جے چند کے نام سے فرضی کھاتہ کھولا جو جوار اور باجرے سے متعلق۔ اس کھاتہ کو صحیح ظاہر کرنے کے لئے اس میں باضابطہ سود اور کمیشن بھی شامل کیا گیا اور یہ کاروبار لاکھوں کی مقدار میں چل رہا تھا۔ کاروبار کی وسعت سے عہدہ داران متعلقہ کو شبہ ہونے لگا انھوں نے اس ضلع میں تحقیقات شروع کرائی جو اس فرضی جوارلال کا مقام سکونت بتایا گیا تھا۔ تحقیقات ظاہر ہوا کہ یہ فرضی شخص کہیں موجود نہیں ہے اور اس تاجر کو بطور جرمانہ اپنے سارے منافع سے جو اس دوران میں حاصل کیا گیا تھا دست بردار ہونا پڑا۔

فرضی ملازمین کے نام تنخواہوں کا اندراج۔ "ذیل" میں کسی ساہوکار کے نام ادائی سود کا اندراج وغیرہ چند ایسے طریقے ہیں جن سے محکمہ انکم ٹیکس کو دھوکا دیا جاتا ہے بعض تاجر اتنے جری ہوتے ہیں کہ وہ کبھی بھی خرید و فروخت کا اندراج ہی نہیں کرتے، بعض ایسے ہوتے ہیں جو فروخت کی مجموعی میزان درج نہیں کرتے، اور بعض خرید کی مجموعی میزان کو بڑھا کر بتاتے ہیں اور بعض تو اتنے جری ہوتے ہیں کہ ڈبل کھاتے رکھتے ہیں۔ ایک سرکاری تنقیح کے لئے ایک خانگی استعمال کے لئے۔ ان سب میں چالاک تو وہ تاجر ہوتا ہے جو کوئی حساب ہی نہیں رکھتا اور یہ عذر پیش کرتا ہے کہ اس کے کاروبار بہت مختصر ہیں۔

کاروبار کی نوعیت کے لحاظ سے اخفائے آمدنی کے طریقے بھی مختلف ہوتے ہیں۔ ایک ساہوکار جو اپنے قرضداروں کے ساتھ بے مدحت ہوتا ہے سرکاری تنقیح کنندوں کے آگے بہت خوش خلق بن جاتا ہے۔ ہمیشہ کاروباری مشکلات اور فرضی مصائب کا دکھڑا روتا ہے۔ اس کو ہمیشہ یہ شکایت رہتی ہے کہ قرضے وصول نہیں ہو رہے ہیں۔ جو قرضے وصول ہوئے ان کا اندراج پیچیدہ طریقوں سے کرتا ہے۔ وہ اپنے قرضداروں کو دیوالیہ ظاہر کرکے ان کے حساب میں سود کا اندراج نہیں کرتا۔ اس کا بیان یہ ہوتا ہے کہ سود تو کیا اصل کا وصول ہونا بھی دشوار ہے مگر وہ بڑی احتیاط سے اپنے قرضداروں کی زمینات اور جائدادیں اپنی مقرر کردہ قیمت پر خرید لیتا ہے۔ جو رقم وہ دیتا ہے اس سے دوگنی رقم کے پرامیسری نوٹ اور دستاویزات رہن اپنے قرضداروں سے حاصل کر لیتا ہے۔ اصل اور سود ایک ایک پائی وصول کرنے کے بعد وہ اپنے قرضداروں کے نام کچھ رقم کی حد تک معافی کا اندراج کرتا ہے۔ اس طرح فرضی طور پر معاف کی ہوئی رقم کو وہ چاہتا ہے کہ اس کی آمدنی میں سے خارج کر دیا جائے۔ اس کو ہمیشہ یہ شکایت رہتی ہے کہ کاروبار سست ہیں۔ لیکن جب رجسٹریشن کے دفتر کی اسناد کا معائنہ کیا جاتا ہے اور عدالت کے رجسٹروں سے ان ڈگریوں کا پتہ چل جاتا ہے جو اس نے حاصل کی ہیں تو اس کے فرضی حسابات کی قلعی کھل جاتی ہے۔ اس کے حسابات دو دھاری تلوار ہوتے ہیں جو ایک طرف حکومت کے محاصل کو کاٹتی ہے اور دوسری طرف پبلک کی جیبوں کو۔

سب سے مشکل کام سٹہ بازوں کی چالوں کو گرفت کرنا ہے۔ یہ کاروبار ایسا ہے جس میں گڑبڑ کے کافی راستے ہیں۔ یہ افراد اپنے بھی کھاتوں میں نقصان کا برابر اندراج کرتے ہیں مگر منافعوں کا بہت کم ذکر ہوتا ہے۔ نقصان کو ثابت کرنے کے لئے بیجک پیش کئے جاتے ہیں مگر منافع خاموشی سے جیب میں چلے جاتے ہیں۔ اس کے باوجود وہ قانون کی دسترس سے فی کر نکل نہیں سکتے مختصر یہ کہ اخفائے آمدنی کے جتنے طریقے ہیں ان کو گرفت کرنے کے بھی اتنے ہی طریقے ہیں۔

متحدین اور روس

برنارڈ شا کا تبصرہ

لندن۔ ۳۰۔ اکتوبر۔ جارج برنارڈ شا نے امریکی صحافت کو ایک خصوصی ملاقات کا موقع دیتے ہوئے اسٹالن، چرچل اور روزویلٹ کی مجوزہ ملاقات کے بارہ میں کہا کہ :-

"یہ ایک بڑا تماشہ ہوگا، مگر آیا یہ اس سے کچھ زیادہ بھی ہوگا، ایک دوسرا معاملہ ہے۔ مسٹر چرچل اور روزویلٹ ایک "قدامت پرست عوامی" اور دوسرا "جدید العمل" تو تبع کی جا رہی ہے۔ اسٹالن سے جو بڑا گھر ترین اشتمالی ہیں مسٹر کو نیچا دکھانے کے عزم کی بنا پر مسابقت کریں اور جیل کیریں گے۔ اسٹالن کے مقابلہ میں جو اپنا ایک عجیب و غریب تجزیہ اور مارکسی فلسفہ رکھتے ہیں، فرینکلن ایک طفل عطائی اور ونسٹن (چرچل) ایک ۱۹ ویں صدی کی شخصیت متصور ہیں۔

جنگ کے بعد کی امکانی جرمن قسمت کے بارے میں پوچھا گیا تو شا نے یہ خیال ظاہر کیا کہ وہ ۱۹۱۸ء کی بہ نسبت کم شدید ہونے والی ہے"۔ اسٹالن جانتے ہیں کہ ہمیں جرمنی کو بچانا اس کے آئندہ بیس برس تک اس کے سر پر چڑھے بیٹھے رہیں۔ "اس کے پاؤں پر بحالت صحت کھڑا کرنا پڑے گا" آپ نے یہ اضافہ بھی کیا کہ "میدان جنگ میں جب ہم کسی زخمی جرمنی کو پکڑتے ہیں تو اس کو ہسپتال لے جاتے اور اس کے لئے بھی اتنی ہی تکلیف اٹھاتے اور اس پر بھی اتنی ہی توجہ کرتے جتنی کہ ہمارے اپنے زخمی کے لئے۔ اگر ہم نے ۱۹۱۸ء کے جرمنی کے ساتھ بھی ایسا کیا ہوتا تو یہ جنگ پھر شروع نہ ہوتی اور ہٹلر اب تک بھی بے ضرر مصور یا معمار ہوتے۔ مگر ہم نے کینٹو اور پانکارے کو لاتیں مار مار کر جرمنی کو ہلاک کرنے کی سعی کی اجازت دی جبکہ وہ گرا ہوا تھا۔ اس مرتبہ ہیں پانکارے سے نہیں اسٹالن سے نمٹنا ہے"۔

مسٹر برنارڈ شا مسٹر چرچل کے مجوزہ برطانوی امریکی اتحاد کا کم کرتے رہے۔ مسٹر چرچل کی ہارورڈ والی تقریر ٹھیک اسی طرح بے معنی ہے جس طرح کہ اطلانٹک چارٹر، میثاق لیگ اقوام اور اسی قسم کے نفیس جملے بے معنی ہیں۔ مجھے کوئی سادہ و سیاہ و سفید میں ایسا دکھائے جو اپنی مشرقی کی نیکیوں دیانت کے ساتھ ہو اور میں آپ سے کہوں گا کہ اس کا کیا اثر مجھ پر پڑ رہا ہے۔ ورنہ اسٹالن براہ مہربانی میرا پیٹ مشرقی ہوائے بھرنے کی سعی نہ کیجئے"۔

سیاسی نمک پارے

از

کشاف

مجلس بلدیہ یکم آذر سے معطل کردی گئی۔ (ایک خبر)

لیکن ۹ آذر کی یہ اطلاع ہے کہ ایک سابق رکن بلدیہ نے جو جریدہ نگار بھی ہیں فینانس کی صحافتی کانفرنس کو بلدیہ کا اجلاس بنانے کی کوشش کی۔ ہمارا خیال تھا کہ مجلس بلدیہ کی معطلی اور سال نو کے جلسۂ عام کی کامیابی صحت بخش اثرات پیدا کرے گی مگر ہمیں اعتراف ہے کہ ہمارا حسن ظن غلط ثابت ہوا۔

ماہ رواں کے رسالہ درس القرآن میں مولانا عبدالقدیر صدیقی استفادہ بلا استحقاق کی حسب ذیل مثالیں پیش کی ہیں۔

"رشوت لینا، جھوٹے مقدمہ کو سچا بنانا
بے اصل واقعہ کو زور فصاحت سے ثابت
کرنا، جھوٹی گواہی دینا، آبکاری کی رقم
جمع کرنا، اچھے حاکم کو جدا کرنا، ناجائز آمدنی
حاصل کرنے پر برانگیختہ کرنا، سود لینا، جوا
کھیلنا، گھوڑ دوڑ پر شرط لگانا، سرکاری
مال کا نقصان کرنا، ناجائز کمائی والوں
کے پاس دعوت کھانا اور دعائے برکت
و ترقی دینا۔"

ہمیں ڈر ہے کہ مولانا قانون مدافعت حیدرآباد کی تقریباً ہر دفعہ کی زد میں آگئے ہیں۔ اب مولانا کا خدا ہی حافظ ہے۔

"بھوکوں کو کھانا کھلانا، ننگوں کو کپڑا پہنانا" اور منصفانہ بنیادوں پر سماج کی تعمیر جدید"

اگر ہم سے قرآن کا بجٹ نوٹ چاٹ نہ گئے ہوتے تو مولانا عبدالقدیر صدیقی کی تنبیہ کے باوجود شرط لگانے پر آمادہ ہو جاتے کہ یہ فقرہ مارشل اسٹالن کی تقریر کا اقتباس ہے۔

تنباکو اور منشیات پر حکومت حیدرآباد کا جدید ٹیکس۔ (ایک سرخی)

اندیشہ پیدا ہو گیا ہے کہ کہیں اس ٹیکس سے ترقی پسند ادب کی پیداوار متاثر نہ ہو جائے۔

لوہے، فولاد، اور چاندی کی ضرورت۔ حکومت ہند سے حیدرآباد کا مطالبہ۔ (اخباری سرخیاں)

اگر حکومت ہند یہ مطالبہ منظور کرے تو اس کے معاوضہ میں حیدرآباد کچھ سیمنٹ بھی کو دے سکتی ہے کرنل سلاٹر کو بھی دیدینے تیار ہے۔

حیدرآباد کو شیرینی پلانٹ، اور اسٹور کی بھی ضرورت ہے۔ (کیفیت موازنہ)

ان اشیاء کے معاوضہ میں کس کس کو دیا جا سکتا ہے ایک غور طلب مسئلہ ہے۔

سہ سالہ سررشتہ واری بیل بندی کے متعلق کیفیت موازنہ میں بیان کیا گیا ہے کہ:۔

سررشتوں کی یہ ذہنیت ہو گئی ہے کہ جو گنجائش ان کے اختیار میں دی گئی ہیں وہ قطعی طور پر ان کی ملک ہیں اور یہ کہ وہ ان کو جس طرح چاہیں استعمال کر سکتے ہیں۔ سررشتہ فینانس کی جانب سے جو بھی تنقید کی جائے وہ اسے برا مانتے ہیں حالانکہ سہ سالہ موازنہ کا مقصد یہ نہ تھا کہ سررشتہ فینانس کی نگرانی بے اثر یا کمزور کی جائے۔ مصارف پر دانشمندانہ اور موثر نگرانی کی عدم موجودگی میں سررشتہ واری بچتیں بجائے اس کے کہ سررشتوں کی سرگرمیوں کو ترقی دینے کے لئے کام میں لائی جائیں بعض صورتوں میں زائد از ضرورت جائدادوں کے قیام، شخصی مراعات کی منظوری، غیر ضروری اور قیمتی فرنیچر خریداری اور دوسرے فضول مصارف میں استعمال کی گئیں۔

ہم یہ سمجھنے سے قاصر ہیں کہ قیمتی فرنیچر کے بغیر حکام کا وقار کیسے قائم رہ سکتا ہے اور معیار کارکردگی کس طرح بلند ہو سکتا ہے۔ زائد از ضرورت جائدادوں کا قیام اور شخصی مراعات اگر روک دئے جائیں تو بیروزگاری کا مسئلہ کیسے حل ہوگا؟

سنہ گذشتہ نظامیہ نے ایک سال میں ۲ لاکھ دو سو جھگڑوں کا اندراج کیا۔ (ایک خبر)

قائد ملت کی زبان بندی کے باوجود

مجلس بلدیہ کے آخری اجلاس میں ایک قرارداد منظور کی گئی جس میں بیان کیا گیا ہے کہ:۔

"اہل ملک مملکت کی بڑی سے بڑی عاملانہ اور ذمہ دارانہ خدمات کو کامیابی سے انجام دے سکتے ہیں اس طرح مجلس بلدیہ ایک سنگ میل ہے ہمارے مستقبل کا جس میں پوری مجلس اہل ملک ہی سے ترتیب پائے گی۔"

اس قرارداد کو پڑھ کر ہمارے ایک دوست نے کہا کہ یہ ارکان بلدیہ کا آخری وصیت نامہ ہے جس کا احترام تمام شہریوں پر فرض ہے۔

حیدرآباد میں ۱۰۰ ۱ ہزار ۱۰۰ لڑکیاں زیر تعلیم ہیں۔ (ایک خبر)

اشیاء کی قلت و گرانی کے اسباب اب کچھ کچھ سمجھ میں آنے لگے ہیں۔

ڈاکٹر کبر نے برطانوی ہند کے صوبوں کو لسانی اصول پر تقسیم کرنے کی ایک تجویز پیش کی ہے۔ اس تجویز پر تبصرہ کرتے ہوئے معاصر "شیروکن" رقمطراز ہے کہ:۔

ہم سمجھتے ہیں کہ لسانی بنیادوں پر ملک کی تقسیم کا جو اصول برطانوی ہند میں مقرر قرار پا چکا ہے بتدریج اسے دیسی ریاستوں میں بھی قابل تقلید ثابت ہو جائے گا جہاں ایک سے زیادہ اقطاع علیحدہ علیحدہ زبانیں بولنے والے موجود ہیں۔ ہم کو توقع ہے کہ تعمیر مابعد جنگ میں اس مسئلہ کو ضرور اہمیت حاصل ہو جائے گی۔"

حیدرآباد کے متعلق کیا ارشاد ہوتا ہے؟ مقامی زبانوں کو ذریعہ تعلیم قرار دینے کا مطالبہ کیا اسی منزل کی طرف لے جا رہا ہے؟ شکر ہے کہ ہمارے معاصر نے اس تقریب کو تعمیر مابعد جنگ تک ملتوی رکھا ہے۔

مجلس بلدیہ دہلی کے موازنہ میں خسارہ۔ (ایک سرخی)

اب وقت آگیا ہے کہ دہلی حیدرآباد کی تقلید کرے۔

کلیہ تربیت جسمانی کے اساتذہ اور طلبہ نے بعد تحقیقات ثابت کر دیا ہے کہ ایک طلبہ کے مقابلہ میں ایک نرس کے پیر اور پنڈلیاں زیادہ ناقص ہوتی ہیں۔

زمانہ جنگ میں نرسوں کی شدید ضرورت ہے اور اس قسم کی تحقیقات کے نتائج مساعی جنگ میں رخنہ انداز ہوتے ہیں۔ ضرورت ہے کہ قواعد مدافعت حیدرآباد کا ایک مکمل نسخہ اس کلیہ کے نصاب میں شامل کر دیا جائے۔

کلیہ مذکور نے یہ دعویٰ بھی کیا ہے کہ پردہ دار عورتوں کے مقابلہ میں بے پردہ عورتوں کا وزن ان کی عام صحت اور ان کی قوت حرکت زیادہ ہوتی ہے۔

بات صرف یہ ہے کہ کلیہ تربیت جسمانی کے محققین کو صحیح قسم کی پردہ دار عورتوں سے واسطہ نہیں پڑا جن کے وزن

موازنہ سنہ ۱۳۵۳ف

تین اہم نکات

آنریبل صدر المہام فینانس کی صحافتی کانفرنس میں توضیحات

حیدرآباد ۲۰ آذر۔ آج صبح آنریبل مسٹر غلام محمد صدر المہام فینانس سرکار عالی نے ایک صحافتی کانفرنس کو مخاطب فرماتے ہوئے موازنہ سال نو سنہ ۱۳۵۳ف کے متعلق تین اہم نکات کی توضیح فرمائی۔ اولاً یہ کہ اس سال کے موازنہ میں آمدنی کا معیار اس منزل پر پہونچ گیا ہے جس پر آج تک نہیں پہونچا تھا۔ ثانیاً موازنہ کی وہ خصوصیت ہے جو طلباء کی تعداد ۵۰ ۶ میں مملکت کے مالی نظم و نسق اور مالیہ سے متعلق حکومت کے نقطۂ نظر کی وضاحت۔ مالی پالیسی کی توضیح کے ذریعہ کر دی گئی ہے۔ اب جبکہ حضرت اقدس و اعلیٰ نے موازنہ سال نو کی منظوری کو شرف صدور عطا فرمایا ہے میں یہ مسرت اعلان کرتا ہوں کہ حیدرآباد غالباً سارے ہندوستان کی پہلی مملکت یا ریاست ہے جس نے یہ پالیسی اختیار کی ہے اور ایسا جرأت آمیز اقدام کیا ہے جس کی مثال میں تو درکنار خود حکومت ہند کے پاس نظیر نہیں ملتی بلکہ وہ وقت آنے والا ہے کہ دوسرے اس کے محاسن کی قدر جان کر خود بھی تقلید کرنے لگیں گے۔

پالیسی کی وضاحت

پالیسی کی وضاحت فرماتے ہوئے آنریبل صدر المہام بہادر نے فرمایا کہ ہم قومی تعمیری کاموں میں صرف ایسی اسکیموں ہی تک محدود ہونا نہیں چاہتے جن کا فوری معاوضہ یا بدلہ ہمارے سامنے ہو اور روپیہ آنے اور پائی پائی پر اکتفا کر لی جائے دوسرے الفاظ میں یوں کہئے کہ ہمیں ایسی اسکیمات کے سماجی اور اخلاقی پہلو کو بھی پیش نظر رکھنا چاہئے کہ یہ ملک کے اس مفاد میں کہاں تک بہتر ثابت ہوتی ہیں۔ یہی وہ نقطۂ نظر ہے جس نے دقیانوسی ڈگر بدل ڈالی اور ایک جدید لائحہ عمل پیش کرنے کی صورت پیدا کر دی ہے۔ گویا مالی پالیسی جوں جوں استحکام پذیر ہو اس طرح درجہ بدرجہ وہ ملک کے صرف مادی ہی میں بلکہ سماجی اور اخلاقی ترقی کی موجب نہ رکھی فوری منافع یا معاوضہ نہ سود گی میں محدود ہو کر رہ جائے یہ مادی فائدہ ہونا چاہئے لیکن بالآخر چونکہ ہم اس سماجی اور اخلاقی ترقی کی منازل بھی طے کریں اور کسی اور طرح نہیں بلکہ اسی راستے اور اسی تدبیر سے حاصل ہوگا فرق جلد یا بدیر کا ہے۔

قومی تعمیر

سلسلۂ خطاب جاری رکھتے ہوئے آنریبل صدر المہام بہادر نے فرمایا "ہم نے اپنی مجبوریوں اور تنگ دامنیوں کے باوجود قومی تعمیر کے مفاد پر دل کھول کر خرچ کرنے کی ٹھانی ہے اس سال کے موازنہ میں ان محکموں کو فیاضی کے ساتھ ہاتھ پاؤں مارنے کا موقع دیا گیا ہے تاکہ وہ زیادہ وسیع میدان میں زیادہ پائدار خدمات انجام دے سکیں۔ آپ کے سامنے تعلیم، طبابت اور صحت عامہ کے لئے جو وسیع اور گرانقدر رقوم منظور کی گئی ہیں ان کے اعداد موجود ہیں ہمارا منشا یہ ہے کہ جوں ہی وقت آجائے اور جنگ کے ہنگامی حالات سے فرصت ملے ہماری تعمیر مابعد جنگ کی اسکیموں کو زیادہ شاندار اور مستحکم پیمانہ پر آگے بڑھانے کا موقع ملے اور ملک کی ترقی کی منازل جس قدر جلد ہو سکے طے کی جائیں۔

"موازنہ کی تیسری خصوصیت یہ ہے کہ اس سال تین مدات محفوظہ قائم کئے گئے ہیں جن میں سے ایک تعمیر مابعد جنگ کا مد محفوظہ ہے۔ اس مد کی بنیاد تین کروڑ سے رکھی گئی ہے اور اس میں مزید اضافہ کیا جائے گا جوں ہی کہ حیدرآباد کی کرنسی کے منافع بڑھ جائیں۔ یہ محفوظہ ہمارے لئے ایک بہترین آغاز کی بنیاد ہے لیکن یہ نہ تصور کیا جائے کہ تعمیر مابعد جنگ کو ہم صرف تین کروڑ تک محدود کئے دے رہے ہیں۔ اگر آپ ترقیات کی اسکیموں کو شروع کر دیں تو مثال کے طور پر تنگبھدرا کی اسکیم ہے کہ صرف اسی پر کئی کروڑ روپیہ صرف ہوں گے۔ یہ رقم صرف ان ابتدائی مصارف کے لئے ہے جو ملک کے ارتقاء اور ترقی کی وسیع تر اسکیموں میں لاحق ہوں گے اور جن کے شروع کرنے کے لئے ایک مستقل سرمایہ کی لازمی طور پر ضرورت ہے۔ ہمارے سامنے تعمیر و ترقی کا ایک وسیع میدان ہے جس کو معمور کرنے کے لئے یہ بنیادی سرمایہ ہوگا۔ میرا ذاتی اندازہ یہ ہے کہ سڑکوں کی تعمیر ہیڈرو الکٹرک اسکیم اور دوسری اسکیمات کے علاوہ صنعتوں کی ترویج و ترقی کے لئے تیس کروڑ سے کم سرمایہ درکار نہ ہوگا۔ ممکن ہے کہ اس سے زیادہ ہی صرف کرنا پڑے لیکن کم کسی صورت میں نہ ہوگا دوسرا محفوظہ بھی بہت اہم ہے جو موازنہ کے استحکام سے تعلق رکھتا ہے جس کی آسان توضیح یہ ہے کہ جو کچھ مختلف شعبہ جات میں بچت ہوئی ہے وہ مستقل کی اہم تر اور فوری ضرورت کے لئے یکجا کر دی جا رہی ہے۔ تیسرا محفوظہ امانتوں کی قدر کو مستحکم اور مضبوط بنانے کے مقصد سے قائم کیا گیا ہے۔"

حکومت ہند کے تمسکات میں کثیر رقوم

آگے چل کر آنریبل مسٹر غلام محمد نے مملکت کی مساعی جنگ کا تذکرہ فرمایا۔ انھوں نے کہا کہ حیدرآباد نے اپنے وسائل اور ذرائع کو ممکن حد تک کام میں لاتے ہوئے جنگ کو کامیاب بنانے کی مساعی میں فراخدلانہ حصہ لیا ہے۔ ہماری یہ امدادیں رقمی اعانتوں تک محدود نہیں ہیں جن کا موازنہ میں ذکر کیا گیا ہے .... بلکہ دوسرے طریقوں سے ہم نے جنگ کو کامیاب بنانے میں مدد کی ہے اور دے رہے ہیں۔ ہم نے حکومت ہند کے تمسکات میں بھی کثیر رقوم مشغول کی ہیں جو محض اس لئے ممکن ہوا کہ خود ہمارے پاس بھی کرنسی کا نظام موجود ہے۔ میرا خیال ہے کہ جنگ کے دوران میں جو امدادیں اس مقصد کے لئے دی گئیں یا جو تمسکات برطانوی ہند کی حکومت کے ہمارے پاس خریدے گئے وہ کسی ریاستوں کی مجموعی امداد سے کہیں زیادہ ہیں۔ یہ تفوق ہم صرف اس بنا پر حاصل کر سکے کہ ہمارے ہاں کرنسی نظام ہے اور اس کی محفوظ کا ایک حصہ ہم نے ان امانتوں میں مشغول کر دیا۔

ایک اعتراض کا جواب

"نقاد یہاں ضرور ایک اعتراض کریں گے وہ یہ کہ سرکاری تمسکات اور امانتوں میں رقم مشغول کرنے کی بجائے سونے اور چاندی کا محفوظ کیوں نہ پیدا کیا جائے میں نقطۂ لفظ اتفاق کرتا ہوں لیکن سونے چاندی کو میں صرف ایک حد تک ترجیح دینے کو تیار ہوں۔ وہ یہ کہ اگر آج سونے اور چاندی کی ان بڑی چڑھی قیمتوں میں روپیہ لگا دیا جائے تو جنگ کے ختم پر میں سمجھتا ہوں کہ قیمتیں گر گئیں تو ہمیں اچھا خاصا خسارہ برداشت کرکے بھی کرنسی کے نظام کو کمزور کر لینا پڑا۔"

انھوں نے پرزور الفاظ میں کہا کہ "آج ہندوستان میں سونا اور چاندی جن قیمتوں پر میسر آسکتے ہیں ان پر خریدنے کا میں ہرگز مستحق نہیں ہوں بلکہ ایک قدم اور آگے بڑھ کر خواہ عام طور پر کتنا ہی مقبول یہ اصول ہے میں مرا ایسی ترغیب کی مخالفت کروں گا ہاں وہ اگر اس کے لئے تیار ہیں۔۔ کہ محفوظ کا آدھے سے زائد حصہ ضائع ہو جائے تو وہ بخوشی ایسا مشورہ دیں لیکن جہاں تک میں سمجھتا ہوں کہ انھوں نے شاذ ہو دی۔

انھوں نے آگے چل کر تنبیہ کیا کہ "میں آپ کے صدر المہام فینانس کی حیثیت سے ہرگز ایسا کرنے کو تیار نہیں ہوں کہ سارے ملک کو خسارے میں مبتلا کر دوں تا اپنے وقت پر آپ کی کرنسی کے لئے سونے اور چاندی کی امانت کی طاقت پیدا کر دوں گا لیکن آج نہیں جب وقت آئے گا تو آپ حکومت کو اس سلسلہ میں ہرگز پیچھے نہ پائیں گے وہ صحیح وقت پر صحیح اقدام کرے گی بہ حالات موجودہ بہترین طریقہ یہی ہے کہ ہم اس سرمایہ کو اپنے ہی ملک میں یا اپنے قرضوں اور حکومت ہند کے تکمیل المیعاد طویل المیعاد اور متوسط المیعاد قرضوں میں محفوظ کریں جو کام آئیں گے۔

حضرت اقدس و اعلیٰ کے مراحم خسروانہ

آخر میں آنریبل مسٹر غلام محمد نے حضرت اقدس و اعلیٰ کے مراحم خسروانہ کا ذکر کیا کہ کس طرح شاہ ذیجاہ کو قومی تعمیر کے کاموں سے گہری دلچسپی ہے جن کی طرف موازنہ کی

(بقیہ سلسلہ صفحہ ۱۰)

حیدرآباد کا نیا سال

حیدرآباد کا سرکاری نیا سال شروع ہو رہا ہے اور ہم آئندہ پیش آنے والی تمام آزمائشوں کا خندہ پیشانی سے مقابلہ کرنے کے عزم محکم کے ساتھ نئے سال میں قدم رکھتے ہیں۔ سب سے پہلے ہمیں بین الاقوامی صورت حال پر ایک غائر نظر ڈالنی چاہئے تاکہ ہم ان بالواسطہ اثرات کا صحیح اندازہ کر سکیں جو خود ہمارے مسائل پر مترتب ہوں گے چنانچہ ہم اس موقع پر عمومیت کے دو علمبرداروں چرچل اور روزولٹ کے تازہ بیانات کے اقتباسات پیش کرتے ہیں۔ دار العوام کو مخاطب کرتے ہوئے مسٹر چرچل نے حال ہی میں کہا تھا کہ

"...... حالات کی موجودہ موافقت کے باعث ہمیں کوئی بات ایسی نہ کرنی چاہئے جو ہماری کوششوں میں کمی پیدا کر دے یا ہمیں جو خطرات درپیش ہیں انہیں کم کر کے دکھائے نیز یہ نہ سمجھ لینا چاہئے کہ جنگ ختم ہو رہی ہے بلکہ اس کے برعکس ہمیں یہ توقع رکھنی چاہئے کہ ہمارا خوفناک دشمن جس پر ہم اس قدر شدید ضربیں لگا رہے ہیں ان ضربوں کا جواب بھی مجنونانہ شدت سے دے گا۔ ہٹلر اور دوسرے جرمن لیڈروں کی تقریروں میں ان نئے طریقوں اور نئے حربوں کی جانب پراسرار طور پر اشارہ کیا جاتا ہے جو ہمارے خلاف عنقریب آزمائے جائیں گے ......"

"...... چنانچہ ہمیں اب نئی قسم کے فضائی بموں کا تجربہ ہوا ہے جو دشمن نے ہمارے بحری وسائل نقل و حمل اور ساحل سے نزدیک جہازوں کے خلاف قریبی فاصلہ سے استعمال کرنا شروع کیا ہے۔ یہ بم ایک قسم کا راکٹی ہوائی جہاز کہا جا سکتا ہے جو بلندی سے بم گراتا ہے اور جس کی رہنمائی ایک مرکزی طیارہ کرتا ہے۔ ممکن ہے کہ جرمن نئی طرز کے ایسے دوسرے ہتھیار بھی تیار کر رہے ہوں جن سے وہ ہمیں نقصان پہنچانے کی توقع رکھتے ہیں ......"

"...... اس جنگ کا خون ریز ترین دور اب آنے والا ہے" یہ کہنے میں غلطی نہ کیجئے کہ برطانیہ اور ریاستہائے متحدہ امریکہ کے لئے اس جنگ کا خونریز ترین دور اب پیش آنے والا ہے۔" ریاستہائے متحدہ امریکہ کی کانگریس کے نام ایک پیام دیتے ہوئے مسٹر روزولٹ نے بھی کہا ہے کہ

"...... کانگریس سے میرا یہ کہنا ایک صریح حقیقت کا اظہار ہے کہ ہم جنگ کے کسی بڑے محاذ پر فیصلہ کن فتح حاصل کرنے سے اب بھی بہت دور ہیں۔

"ایک تو یہ کہ بحیرۂ روم میں اہم کامیابیاں حاصل کرنے کے باوجود اٹلی میں آگے بڑھنے کے لئے ہمیں نہایت شدید اور نقصان رساں لڑائی سے سامنا کرنا پڑ رہا ہے اور اپنے موقف سے فائدہ اٹھانے سے قبل اپنی حالت کو مستحکم کرنے کا زبردست مرحلہ درپیش ہے۔

"دوسرے یہ کہ جزائر برطانیہ سے جنگی سرگرمیاں ہمیں اتنی قوت جمع کر لینی چاہئے کہ ہمیں یہ یقین ہو جائے کہ ہم وہاں سے نہ صرف ایک جانب بلکہ متعدد سمتوں میں کثیر فوجوں اور سامان جنگ کے ساتھ بری، بحری اور فضائی راستوں سے ضرب لگا سکیں گے۔

"تیسرے یہ کہ اگرچہ ہمارے حلیف روس نے شاندار جوابی حملہ شروع کر دیا ہے اور ہمارے مشترک دشمن کو دن بدن پیچھے ڈھکیل رہا ہے تاہم روسی فوجیں خود جرمنی میں داخل ہونے سے بہت دور ہیں۔

"چوتھے یہ کہ جاپانی کریز اور شرق الہند سے کر ملایا، برما اور چین تک وسیع محاذ عظیم کے نہایت مستحکم مورچوں پر قابض ہیں اور اس دفاعی حلقہ کو توڑنے کے لئے نہ صرف ایک جگہ بلکہ متعدد مقامات پر شدید اور پیہم ضربیں لگانا اور لگاتے رہنا ضروری ہے۔ تمام تاریخ میں کبھی کوئی کام ایسا مہیب و خطرناک پیش نہیں آیا جیسا کہ اب ہمیں درپیش ہے۔

ان دو متذکرہ اطلاعات کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہمیں بھی مزید تکالیف اور ایثار کے لئے تیار ہو جانا چاہئے۔

مسٹر ایمری کی بر وقت تنبیہ

اس وقت جو مسائل فوری حل کے لئے درپیش ہیں ان میں غلہ کی قلت، اشیاء کی بڑھی ہوئی قیمت اور دوسری متعدد ضروریات زندگی کی کمی کا مسئلہ سب سے زیادہ اہم ہے۔

جنگ کی وجہ سے ہندوستان کی داخلی معیشت پر جو اثر پڑا ہے اسے لارڈ ویول نے اپنی ایک مشہور تقریر میں جو انھوں نے کچھ عرصہ قبل لندن میں کی تھی نہایت موزوں طریقے پر اختصار کے ساتھ بیان کرتے ہوئے کہا کہ

"...... جنگ کے اس پہلے دور میں ہندوستان مشرق وسطی میں ہماری امداد کے لئے اپنے سپاہی اور سامان مسلسل بھیجتا رہا ہے جس میں ریلوے کا کثیر سامان اور دریائی وسائل نقل و حمل بھی شامل ہیں۔ چنانچہ اب وہ ان چیزوں کی کمی شدت سے محسوس کر رہا ہے۔

سنہ ۱۹۴۱ء کے آخر میں جب جاپان جنگ میں شریک ہوا تو ہندوستان کو اپنی توجہات کا رخ فوراً بدل دینا پڑا۔ اور اس کی وجہ سے اس کی معاشی حالت پر بہت ہی شدید بار پڑا کیوں کہ فوری تبدیلی سے تو بعض اوقات تجربہ کاروں کے قدم بھی ڈگمگا جاتے ہیں ...... سب سے زیادہ بار اس کی ریلوں اور اس کے تمام وسائل پر عائد ہوا۔ کیونکہ کوشش یہ تھی کہ اسے ایک ایسے خطرہ کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار کر دیا جائے جس کا امکان تو نظر آ رہا تھا لیکن جس کے مقابلہ کی تیاری کے لئے دستیاب ہو سکنے والے محدود وسائل کافی نہ تھے۔ ہندوستان اب بھی یہ بار برداشت کئے ہوئے ہے اور اس پر کوئی مزید بار عائد کرنے میں بڑی احتیاط سے کام لینا ہوگا۔ ورنہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہمارا سارا مورچہ غیر مستحکم یا منہدم ہو جائے۔"

اجناس خوردنی اور دوسری ضروریات زندگی کی فوری درآمد کے ذریعہ ہی حالات کو بہتر بنایا جا سکتا تھا۔ لیکن درآمدات کا انحصار جہازوں پر ہے اور اس ضمن میں مسٹر ایمری نے ہندوستان کو بروقت متنبہ کر دیا ہے کہ بہت زیادہ توقعات نہ رکھی جائیں۔ چنانچہ ان کے الفاظ یہ ہیں کہ:

"...... ملک معظم کی حکومت ایسی سہولتیں بہم پہنچا رہی ہے جو ہندوستان میں اجناس خوردنی کی درآمد میں سہولت پیدا کرنے کے لئے فراہم کی جا سکتی ہیں ......

"وزیر اعظم نے اپنے حالیہ بیان میں جہازوں کے مسئلہ پر جو روشنی ڈالی ہے اس کو پیش نظر رکھتے ہوئے معزز ارکان بھی یہ محسوس کریں گے کہ دوسری ضروریات کو شدید نقصان پہنچائے بغیر اس ضمن میں جس حد تک امداد دی جا سکتی ہے وہ غیر محدود نہیں ہو سکتی۔

سال نو کے لئے چار عزم

موجودہ حالات میں ہماری مشکلات حل ہونے کا انحصار اس امر پر ہے کہ ہم مندرجہ ذیل لائحہ عمل کو کس درجہ جوش و انہماک اور ثابت قدمی کے ساتھ روبہ عمل لا سکتے ہیں۔

۱۔ اجناس خوردنی زیادہ پیدا کرنا۔

۲۔ غلہ کے تمام جمع کردہ اور پوشیدہ ذخیروں کو بازار میں لانا۔

۳۔ نفع اندوزی سے سختی سے پیش آنا۔

۴۔ ممالک محروسہ کے غریب اور نادار اشخاص کی وسیع پیمانے پر امداد کرنے کے لئے غلہ فراہم کرنا۔

اس لائحہ عمل کے تمام اجزا اپنی نوعیت اور اہمیت کے اعتبار سے حکومت اور غیر سرکاری اداروں کے درمیان قریبی اور مخلصانہ تعاون کے متقاضی ہیں اور وہ تمام اشخاص جو رائے عامہ کی رہنمائی کرنے کے دعویدار ہیں اگر درحقیقت کچھ کرنا چاہتے ہیں تو وہ حکومت سے تعاون عمل کر کے ذخیرہ کنندوں اور نفع اندوزوں کے لئے یہ ناممکن بنا سکتے ہیں کہ وہ غریبوں کو تباہ کر کے دولت جمع کریں۔ عوام میں اس حد تک سماجی شعور پیدا کر دینا ضروری ہے کہ وہ معاشرہ میں ذخیرہ کنندوں اور نفع اندوزوں کا وجود برداشت نہ کر سکیں۔ جنگ کے پیدا کردہ حالات کی وجہ سے جن لوگوں نے منافع کمایا ہے اور دیکھتے ہی دیکھتے دولت مند بن گئے ہیں۔ انہیں چاہئے کہ وہ اپنی اس دولت کا کچھ حصہ مصیبت زدہ اور فاقہ کش لوگوں کی امداد کے لئے بھی خوشی سے دیں۔ امرا، کارخانہ دار، ساہوکار، جاگیردار

بڑے بڑے زمیندار اور ایسے دوسرے تمام اشخاص جو ان غریبوں کی امداد کرنے کی استطاعت رکھتے ہیں ممالک محروسہ سرکار عالی میں معاشی ابتری رفع کرنے کی جدوجہد میں حکومت سے تعاون کریں۔ صرف اسی صورت میں تنگی سالی میں امداد جاری رکھنا بھی ممکن ہو سکے گا اور بقول جناب غلام محمد صاحب صدرالمہام مالیات سرکار عالی۔

"ہم جس قدر زیادہ امداد کریں گے نتیجہ کا دن اسی قدر قریب تر ہوتا جائے گا جس کے بعد معمولی حالات عود کر آئیں گے اور ہندوستان مع ریاستوں کے زیادہ فارغ البالی اور ترقی کی منزل مقصود کی جانب قدم بڑھا سکے گا۔" (معلومات حیدرآباد)

اشیاء صادر کے استعمال میں بہت کفایت

ایک سال میں ۵۰۰۰۰ روپے کی بچت

سررشتہ اسٹیشنری سرکار عالی نے ۱۳۵۳ف میں جملہ ۲۲۰۴۳۲۰۱ روپے مالیت کی اشیائے صادر خرید کیں۔ اس کے برعکس گزشتہ سال ۲۴۲۴۴۰ روپے کی اشیاء صادر خریدی گئی تھیں۔ رقم خریداری میں اضافہ کا سبب اشیاء کی بڑھی ہوئی قیمتیں ہیں۔

ان اشیاء کی فروخت سے سررشتہ مذکور کو بدوران سال ۲۰۵۰۷۱۲ روپے کی آمدنی ہوئی۔ گزشتہ سال یہ آمدنی ۷۰۵۱۳۰ روپے تھی۔ آمدنی میں ۳ لاکھ روپے اضافہ ہونے کا باعث اشیاء صادر کی بڑھی ہوئی قیمتیں اور محکمہ دفاع کے ۱ لاکھ روپے مالیت کی سامانوں کی فراہمی ہے۔

عالیجناب صدرالمہام بہادر مالیات کی ہدایات کے مطابق کفایت شعاری کی حسب ذیل تدبیریں اختیار کی گئی ہیں۔

۱۔ کاغذ کے استعمال میں شدید کفایت
۲۔ مقامی طور پر تیار کی ہوئی اشیاء کا استعمال۔
۳۔ معیاری تختوں کا وسیع پیمانے پر استعمال۔
۴۔ ہلکے بادامی کاغذ کا کثیر استعمال۔
۵۔ رائل بک اور نظام پارچمنٹ جیسی قیمتی اشیاء صادر کے استعمال کی ممانعت۔
۶۔ پورے تختوں کے بجائے کٹے ہوئے کاغذ کی فراہمی۔
۷۔ لفافوں پر چٹھی چسپاں کرنے کا طریقہ۔

اگر ان تدبیروں پر پوری طرح عمل کیا گیا تو بدوران سال ۵۰۰۰۰ روپے کی بچت ہوگی۔ چنانچہ اشیاء صادر کی تیاری کے لئے مختلف دفاتر کے واسطے موازنہ میں جو رقمیں تخمین کی جاتی ہیں ان میں اسی قدر تخفیف کردی گئی ہے۔

سماجی اور معاشی جمہوریت کے بغیر سیاسی جمہوریت ناکام رہتی ہے

بقیہ سلسلہ صفحہ اول

یہ کیوں ختم نہ ہو سکی؟ میرے خیال میں اس کا ایک ہی جواب ہے یعنے آخرالذکر ممالک میں سماجی اور معاشی جمہوریت اول الذکر ممالک کے مقابلہ میں کسی حد تک زیادہ تھی۔ سیاسی جمہوریت ایک جسم ہے اور سماجی و معاشی جمہوریت کی حیثیت اعصاب کی ہے۔ اعصاب جتنے مضبوط ہوں گے جسم بھی اتنا ہی مضبوط ہوگا۔ جمہوریت کا دوسرا نام مساوات ہے۔ پارلیمانی جمہوریت نے آزادی کے جذبہ کو بہت فروغ دیا لیکن وہ مساوات سے بالکل ناآشنا رہی۔ وہ مساوات کی اہمیت کو محسوس کرنے میں ناکام رہی۔ اس نے مساوات اور آزادی کے مابین توازن قائم کرنے کی کوشش نہیں کی نتیجہ یہ ہوا کہ آزادی مساوات کو نگل گئی۔

میں نے اس غلط نصب العین کی طرف اشارہ کیا ہے جو پارلیمانی جمہوریت کی ناکامی کا باعث رہا ہے۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ غلط نصب العین سے زیادہ غلط تنظیم بھی اس ناکامی کی ذمہ دار رہی ہے۔ سیاسی معاشرے دو طبقوں میں منقسم ہوتے ہیں۔ حاکم اور محکوم۔ یہ ایک برائی ہے۔ اگر یہ برائی یہیں تک محدود رہتی تو کچھ مضائقہ نہ تھا لیکن اس کی جڑیں اتنی مضبوط ہوگئی ہیں کہ حکمراں ہمیشہ ایک ہی طبقہ سے آتے ہیں اور محکوم طبقہ کبھی حکمراں طبقہ نہیں بن سکتا۔ جب یہ صورت حال ہے تو پارلیمانی جمہوریت عوام کی حکومت، عوام کے ذریعہ اور عوام کے لئے نہیں کہلائی جا سکتی۔ پارلیمانی جمہوریت عوامی حکومت کے تمام لوازم کے باوجود دراصل ایک ایسی حکومت ہے جس میں ایک موروثی حکمراں طبقہ ایک موروثی محکوم طبقہ پر حکمرانی کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پارلیمانی جمہوریت نے عوام کی اس امید کو پورا نہیں کیا کہ انہیں آزادی، جائداد اور حصول مسرت کا حق حاصل ہو جائے گا۔

سوال یہ ہے کہ اس کا ذمہ دار کون ہے؟ اس میں کوئی شک نہیں کہ اگر پارلیمانی جمہوریت غریبوں، مزدوروں اور نادار طبقوں کو فائدہ نہ پہونچا سکی تو اس کی ذمہ داری خود ان طبقوں پر عائد ہوتی ہے۔

ہندوستان کی تعمیر مابعد جنگ

سرجوالا پرشاد سریواستوا کا بیان

نئی دہلی۔ ۲۰۔ اکتوبر۔ حکومت ہند کے مابعد جنگ تعمیری پروگرام کے ایک جز کی حیثیت سے فوجی تعمیر کے لئے ۲۰ کروڑ روپیہ کی رقم فی کس چندہ سے جو حکومت کی جانب سے مختص کی گئی ہے۔ فہرست میں درج شدہ جماعتوں کے مستقل فائدہ کے لئے ہے۔ یہ فنڈ دوگنا ہو سکتا ہے۔ اگر جنگ مزید دو سال تک جاری رہے۔

یہ ان امور میں سے ہے جو ایک صحافتی کانفرنس میں سرجوالا پرشاد سریواستوا نائب صدر تعمیر مابعد جنگ کمیٹی کونسل (اس کے صدر وائسرائے ہیں) نے واضح کیا اور ابتدائی کاموں کی تشریح کی جو ان مفید اسکیموں کی تیاری کے لئے کئے گئے ہیں۔ اس فنڈ کے استعمال سے متعلق تجاویز پر صوبائی حکومتوں اور ریاستوں کے ساتھ غور کیا جا رہا ہے۔ اس میں ایسے اداروں کا قیام بھی شریک ہے جو تربیتی مراکز کی حیثیت سے کام کرنے کے علاوہ انھیں شہری زندگی کے قابل بنایا جائے۔ اس کے علاوہ وہ زراعتی مشین کے مددگار بھی ثابت ہوں۔ ایک مرکزی کمیٹی تکمیل اسٹیپل زرعی ترقی کے مسائل کی چھان بین کر رہی ہے۔ اور ایک سب کمیٹی زرعی شعبہ وار ان امکانات سے متعلق رپورٹ تیار کر رہی ہے۔ جو ہندوستانی زراعت کی شستہ ترقی سے متعلق ہے اور محکمہ رسد کی جانب سے زرعی علاقوں کی وسیع پیداوار کی توقعات سے متعلق دیکھ بھال کر رہی ہے۔ ایک مرکزی کمیٹی بھی تشکیل دی گئی ہے۔ تاکہ صوبائی سرحدوں سے متعلق مختلف محکموں کی کارروائیوں میں مطابقت پیدا کی جائے۔ اور اس کا خیال رکھے کہ یہ کارروائیاں سارے میدان پر حاوی ہیں۔ اس کا بھی فیصلہ کیا گیا ہے کہ خواتین ۴۴

۴۴۔ کی بھی ایک کمیٹی تشکیل دی جائے۔ اس کمیٹی کو اس کے پورے مواقع دئے جائیں گے وہ ایسے تمام تجویزوں میں حکومت ہند کو مشورہ دے۔ جن کا اثر ہندوستانی طبقۂ نسواں پر ہوتا ہے۔ ان مسائل سے متعلق تجاویز سے غیر رسمی گفتگو میں ہوتی ہیں۔ اور وہ وقت آنے کا سبب گزرے کہ حکومت ہند، صوبجات اور ریاستوں کے نمائندوں کی ضرورت لاحق ہوگی۔ تاکہ ان اسکیموں پر غور کریں۔ اور ان کی ترقی کی کوشش کریں۔ (ا۔پ)

کل ہند کانفرنس اغذیہ

رکن اغذیہ حکومت ہند کی افتتاحی تقریر

ایک مرکزی مشاورتی کمیٹی اغذیہ کے قیام کی تجویز

نئی دہلی ۱۳ اکتوبر۔ آج یہاں کل ہند کانفرنس اغذیہ کا افتتاح کرتے ہوئے مسٹر جوالا پرشاد سریواستوا رکن اغذیہ حکومت ہند نے اپنے اس ارادہ کا اعلان کیا کہ ملک کے مسائل اغذیہ پر حکومت کو مشورہ دینے کے لئے ایک مرکزی کمیٹی قائم کریں۔ موصوف نے کہا کہ یہ کمیٹی ہندوستان کے تمام اہم عناصر کی نمائندگی کرے گی نیز عوام سے اپیل کی کہ بھوکوں کو غذا فراہم کرنے اور ملک کے تمام ذرائع اغذیہ کی مکمل اور منصفانہ تقسیم کے لئے حکومت سے تعاون کریں۔

ہندوستان سے برآمدات نہ ہوں گی۔

سر جوالا پرشاد نے کمیٹی اجناس خوراک کو اس کی رپورٹ کے لئے خراج تحسین ادا کیا جو نہ صرف صورت حال کی صحیح تصویر ہے بلکہ اس میں مستقبل کے لئے واحد ممکن العمل لائحہ عمل پیش کیا جاتا ہے۔ رکن اغذیہ نے دو اہم اعلانات کئے (۱) حکومت۔ کمیٹی کی اس سفارش کو قبول کیا ہے کہ ہندوستان کو اشیاء خوراک کا برآمد کرنے والا ملک باقی نہ رہنا چاہئے۔ (۲) اجناس خوراک کی درآمد کے لئے مزید ضروری جہازوں کی فراہمی میں حکومت کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھے گی۔

امتناع برآمد کے مستثنیات

برآمدات کے تعلق سے حکومت کی پالیسی پر بحث کرتے ہوئے سر جوالا پرشاد نے کہا کہ ملک سے اجناس خوراک کی برآمد اب تک ہی رک گئی ہے اس امتناع کو واحد استثنا جس کی حکومت ہند اجازت دے گی۔ اجناس خوراک کی وہ معمولی برآمدات ہوں گی جو ہندوستانی بندرگاہ سے سفر کرنے والے جہازوں اور بحر ہند کے حدود میں ہندوستانی تجارتی بحریہ کے ہندوستانی ملاحوں کو غذا کی فراہمی کے لئے ضروری ہیں۔

رکن اغذیہ نے کہا کہ ان کے علاوہ ہندوستان سے متصل ممالک میں ہمارے خطوط مواصلات کے علاقوں اور ہمسایہ ممالک کے ایسے فرقوں کو جنہیں ہندوستان کے سوائے کسی دوسری جگہ سے غذا نہیں ملتی — ان کے استعمال کے لئے ان کو ناگزیر ضروریات کی حد تک اجناس خوراک کی جو معمولی مقداریں برآمد کی جائیں گی ان کی نگرانی بذات خود کریں گے۔ ان استثنائی صورتوں میں برآمدات کی کل مقدار ایک ہزار ٹن سے بھی کم ہوگی۔

محض درآمدات سے مسئلہ حل نہیں ہوگا۔

درآمدات کا ذکر کرتے ہوئے سر جوالا پرشاد نے کہا کہ موجودہ حالات میں مسئلہ اغذیہ کی وسعت محض درآمدات سے حل نہیں کی جا سکتی۔ تاہم حکومت کو اس کا پورا پورا احساس ہے کہ اس کی غذائی پالیسی میں اون درآمدات کا بہت بڑا حصہ ہے موصوف نے کانفرنس کو یاد دلایا کہ ملک معظم کی حکومت نے ہندوستان کو اجناس خوراک کی سپلائی کے لئے کافی جہاز فراہم کئے ہے۔

رکن اغذیہ نے ہندوستان کی امداد کے لئے ملک معظم کی حکومت اور اتحادی اقوام کا شکریہ ادا کیا اور ان سے اپیل کی کہ وہ اپنی کوششوں کو جاری رکھیں۔

حکومت ہند کی پالیسی

رکن اغذیہ نے آگے چل کر کہا کہ ہندوستانی ذرائع کو استعمال کرنے میں یہ ممکن ہے کہ حکومت ہند ایسے فیصلے کرے یا ایسا طرز عمل اختیار کرے جو بعض اوقات مقامی یا علاقہ واری مفادات کے متضاد ہوں۔

موصوف نے برطانوی ہند کے صوبوں اور ریاستوں کے نمائندوں کو یقین دلایا کہ حکومت اس معاملہ میں متعلقہ رقبوں میں رضامندی سے کام کرے گی لیکن اگر حالات نے حکومت کو مجبور کیا کہ وہ اس کے برعکس طریقہ کا اختیار کرے تو وہ متعلقہ رقبوں سے امید کرتے ہیں کہ وہ ان فیصلوں کو روبہ عمل لائیں کیونکہ حکومت ہند ہی تمام کی جانب سے ایسے فیصلہ کر سکتی ہے۔

موازنہ سنہ ۱۳۵۳ ف

بقیہ سلسلہ صفحہ (۷)

منظوری کے فرمان مبارک میں بطور خاص اشارہ فرمایا گیا ہے۔

مزید وضاحت کرتے ہوئے انھوں نے بتلایا کہ جب اعلیٰحضرت بندگان عالی سریر آرائے تخت دکن ہوئے تو قومی تعمیری کاموں کے مصارف صرف اٹھارہ فیصد تھے۔ آج یہ رقوم تقریباً دو چند بلکہ اس سے بھی کچھ زیادہ ہوگئی ہیں۔ اگر ان شعبہ جات کو جن کا شمار براہ راست قومی تعمیر کے شعبوں میں نہیں ہوتا لیکن وہ قومی تحفظ کے شعبوں کی حیثیت سے اپنی اہمیت میں کسی طرح کم نہیں ہیں مثلاً گرانی کے باعث اضافہ شدہ مدات یا تحفظ کے مصارف کی سطح اور بلند ہو جاتی ہے۔ اس معاملہ میں حیدرآباد کسی دوسری دیسی ریاست یا برطانوی ہند سے ہرگز پیچھے نہیں ہے ہماری جدید پالیسی کے آگے بڑھنے کے ساتھ یہ تعمیری کام بھی آگے بڑھ جائیں گے اور ملک کی اجتماعی زندگی قابل رشک ہوں گی۔ یقیناً یہ ہمارے لئے باعث اطمینان داستان ہے کہ ہمارے مالیہ کے ساتھ ہمارا ملک ایسی بلندی پر پہنچ جائے۔

حیدرآباد کوآپریٹو انشورنس سوسائٹی کا سالانہ جلسہ

راجہ پنا لال کی صدارتی تقریر

معزز حضرات۔

میرا سب سے پہلا فریضہ ہے کہ میں انجمن کے نظماء صاحبان اور آپ تمام حضرات کا اس عزت کے لئے دلی شکریہ ادا کروں جو آپ نے مجھے صدارت کے لئے منتخب کرتے ہوئے بخشی ہے۔ میں اس موقع پر آپ کے سابق صدر نواب لیاقت جنگ بہادر کو اس اعزاز کی مبارکباد دینا چاہتا ہوں۔ جو بارگاہ خسروی سے براہ خسروانہ ممدوح کو سرفراز فرمایا گیا ہے۔ نیز ایک اور بڑی مسرت کی بات ہے کہ آپ کے ایک اور ناظم نواب مبین نواز جنگ بہادر کو بھی اس سال اعلیٰ حضرت بندگان عالی نے اعزاز سے سرفراز فرمایا ہے۔ جس کے لئے میں نواب ممدوح کو بھی دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں لیکن ساتھ ہی ہمیں اس کا افسوس ہے کہ ہمارے رجسٹرار مولوی سید فضل اللہ صاحب جنہوں نے اس انجمن کی بیش بہا خدمات انجام دی ہیں سررشتہ امداد باہمی سے جدا ہو گئے ہیں کیونکہ مفاد عامہ کے تحت صاحب موصوف کے خدمات ایسے کاموں کے لئے طلب کی گئی ہیں جو زیادہ ضروری اور اہم تر ذمہ داریوں کی حامل ہیں ہماری دعا ہے کہ خدا انہیں اپنے مقاصد میں کامیاب کرے۔ ہم بڑی مسرت سے اپنے نئے رجسٹرار مولوی رضی الدین صاحب کا استقبال کرتے ہیں۔ جو درحقیقت ہمارے لئے نئے نہیں ہیں بلکہ انہوں نے انجمن کے ساتھ زمانہ سے بحیثیت ڈائرکٹر پورا تعاون عمل فرمایا ہے۔

حضرات۔

انشورنس نے گزشتہ چند سال میں اتنی سرعت کے ساتھ ترقی کی ہے کہ ملک کی معاشی زندگی میں اس کو بڑی اہمیت حاصل ہو گئی ہے۔ انشورنس کا ملک کی صنعتی زندگی میں بھی بہت بڑا حصہ ہوتا ہے۔ کمپنیوں کی جانب سے جو سرمایہ فراہم کیا جاتا ہے اس کا ایک بڑا حصہ صنعتی اداروں کے قیام میں لگایا جا رہا ہے۔ جب کبھی حکومت کو قوم کے تعمیری اغراض کے لئے قرضہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ تو اس کا ایک بڑا حصہ بیمہ کی انجمنیں فراہم کرتی ہیں مجھے یہ ظاہر کرتے ہوئے مسرت ہے کہ جنگ نے صنعتی ترقی کے لئے نئی راہیں کھول دی ہیں صنعتی کارخانہ جات کے تاجروں کو یہ میں مشورہ دوں گا کہ مزدوروں کے لئے تامینی بیمہ کو رائج کریں تعمیر مابعد جنگ کے تجاویز میں بیمہ کی ترقی کے لئے وسیع تر میدان عمل آئیں گے اور قوم کے تمام معاشی و سماجی ترقی کے کام اس کے دائرہ اثر میں شامل ہوں گے لائف انشورنس کے میدان میں جو ہم سے متعلق ہے یہ جدید رجحان پیدا ہو رہا ہے جو بالکل درست ہے کہ اچھے کام کی بنیاد حتی الامکان باہمی و اتحادی اصولوں پر رکھی جائے یہاں تک کہ مشترکہ سرمایہ کے ادارہ جات بیمہ نے بھی ان اصولوں کو کسی نہ کسی شکل میں اپنے طریق عمل میں شریک کر لیا ہے۔ ہندوستان میں قوانین نافذ کئے ہیں۔ چنانچہ نمائندگان کے کمیشن کا روکا گیا سرمایہ لگانے کے طریقہ پر کنٹرول اور بیمہ کمپنیوں کے انتظام میں بیمہ کنندگان کی شرکت عمل پر نئے قانون بیمہ کے تحت جو قیود عائد کی گئی ہیں وہ ان چیزوں میں سے چند ہیں جو اس رجحان کی شاہد ہیں۔ حیدرآباد میں اب تک کوئی قانون بیمہ نہیں ہے جس کی بناء پر حکومت کی جانب سے بیرونی بیمہ کمپنیوں پر اس طرح کی پابندیاں ہو سکیں۔ اور نہ ہم کو بیرونی کمپنیوں کے ان کاروبار کا اعداد مل سکتے ہیں جو ممالک محروسہ سے وہ حاصل کرتے ہیں صورت حال کی ان کوتاہیوں پر کافی عرصہ سے غور کیا جا رہا ہے اور اب ہم سب کو یہ معلوم کرکے خوشی ہوگی کہ حکومت سرکار عالی قانون کا نفاذ پر غور کر رہی ہے۔ ہماری انجمن کو اس کا کافی خیال رکھنا اور آنے والے نئے قوانین کو روبہ عمل لانے کے لئے تیار رہنا چاہئے۔ میں آپ کو یقین دلا سکتا ہوں کہ نظماء صاحبان نے پہلے ہی سے صورت حال کا جائزہ لے لیا ہے۔ اور ضروری تیاریاں بھی کر رہے ہیں تاکہ جب کبھی اور جس صورت میں بھی قانون کا نفاذ ہو اس کی پوری پوری پابندی ہو سکیں۔

تھوڑی دیر میں جناب معتمد صاحب آپ کی خدمت میں انجمن کی تفصیلی سالانہ رپورٹ پڑھیں گے۔ اس لئے میں دیگر تفصیلات میں جائے بغیر سال گزشتہ کی صرف نمایاں خصوصیات پر تبصرہ کروں گا۔ یہ بڑی مسرت کی بات ہے کہ جنگ کے اثرات کے باوجود آپ کی انجمن نے اپنے سالانہ کاروبار کے اعداد میں کافی اضافہ کیا ہے۔ جس کا ثبوت اس سے ملتا ہے کہ سال گزشتہ آپ کی انجمن کا تکمیل شدہ کاروبار تقریباً (۲۵) لاکھ کا تھا جو سال پیوستہ صرف (۱۶) لاکھ کا تھا نہ صرف یہ بلکہ اخراجات کا تناسب بھی تقریباً (۲۵) فیصد سے زیادہ نہ رہا۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ آپ کی انجمن نے کافی کفایت سے کام لیا ہے۔ اور اس کے لئے میں بجائے کسی اور کے خود جناب انجوری صاحب کے الفاظ کی طرف آپ کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں کہ "ان کی دانست میں کوئی اور ایسی انجمن نہیں جس نے ایسا نمایاں کام انجام دیا ہو۔"

ہماری انجمن میں ایک بات قابل توجہ بتلائی جاتی تھی وہ یہ کہ بیمہ کنندگان کو کثیر تعداد میں قرضہ جات ایصال کرکے رفتہ رفتہ یہ انجمن قرضہ کی انجمن میں تبدیل ہوتی جا رہی ہے۔ آپ کے نظماء صاحبان نے اس پر کافی غور کیا۔ اور اب انجمن کی کافی رقم تمسکات سرکار عالی اور مستحکم ادارہ جات کے حصص میں لگائی جا رہی ہیں جو مضبوط بنیادوں پر عرصہ سے قائم ہیں۔ بیمہ کنندگان کو قرضہ ایصال کرنے سے متعلق صورت حال کو زیادہ صاف کرتے ہوئے میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ قرضہ جات ایصال کرنے کا بڑا مقصد نہ صرف پالیسی کنندگان کی شدید ضروریات کو پورا کرنا بلکہ سرمایہ کو مشغول رکھنا بھی ہے۔ کیونکہ یہ طریقہ تا حال ہمارے لئے بہت ہی محفوظ اور نفع بخش ثابت ہوتا رہا ہے۔

تا حال آپ کی انجمن کا حلقہ کاروبار مملکت حیدرآباد کی حد تک محدود رہا ہے اور توسیع حلقہ کی بابت آپ کی انجمن کافی محتاط رہی ہے۔ جیسا کہ آپ تمام حضرات واقف ہیں ہماری انجمن کسی ایک شخص کے لئے زیادہ سے زیادہ دس ہزار کی پالیسی جاری کرتی ہے۔ اور اس طرح اب تک ہم نے بہت احتیاط سے کام لیا ہے۔ جس میں کبھی ناکامی نہیں ہوئی ہے۔ اس احتیاط کے باوجود صرف ممالک محروسہ سے ہم سالانہ تقریباً (۲۵) لاکھ کے کاروبار حاصل کئے حالانکہ پورے ہندوستان میں صرف (۲۲) انجمن ایسی ہیں۔ جو سالانہ (۲۵) لاکھ یا اس سے کچھ زائد کے کاروبار حاصل کرتی ہیں باوجود یہ کہ پورا ہندوستان ان کی کاروباری سرگرمیوں کے لئے کھلا ہے۔ ہمارے محتاط طریق عمل کا دوسرا اور اہم نتیجہ یہ ہے کہ ہمارا لائف انشورنس فنڈ ان تمام انجمنوں کے فنڈ سے بڑھا ہوا ہے۔ جن کا کاروبار ہمارے مساوی ہے جو کھلی دلیل ہے اس بات کی کہ ہماری انجمن کافی مضبوط بنیادوں پر قائم ہے۔ میں محسوس کرتا ہوں کہ اب وقت آ گیا ہے کہ ہم کاروبار کو بڑھائیں۔ مرمیۂ ذیلی جو آپ کی توثیق کے لئے پیش کئے جانے والے ہیں ان کی بناء پر انجمن کو مملکت حیدرآباد سے باہر بھی کاروبار حاصل کرنے کی اجازت ہوگی نیز نظماء کو اس کا اختیار ہوگا کہ ایک شخص کے لئے (۲۵) ہزار تک کی پالیسی جاری کریں مجھے یقین ہے کہ مستقبل قریب میں ہماری انجمن اپنے میدان عمل کو وسیع تر کرنے کے قابل ہوگی۔ اور اس کا شمار ہندوستان کی سب سے بڑی و مشہور انجمنوں میں ہوگا۔ میں آخر میں کہہ دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ ہمیں ان بنیادی فرائض کو نہیں بھولنا چاہئے جو بیمہ کنندگان کی طرف سے ہم پر عائد ہیں یعنی ان نمایاں اتحادی خصوصیات کو ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہئے جو ہماری کارگزاری کی روح رواں رہی ہیں۔

احمدیہ پریس چارمینار میں طبع ہو کر باہتمام سید حسن (عثمانیہ) دفتر مملکت سے پانچ تو بجے شائع ہوا۔